Is Prophet of Islam really mentioned in ancient scriptures?





LIVE

Such a claim is clearly debunked by Quranwala!

محمّد دو عدد ہُوئے ہیں،ایک تھا قرآن کا محمّد،اور دوسرا ہے تاریخ کا محمّد:

برسوں کے مطالعے اور بڑی عرق ریزی کے بعد مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اسلام سے متعلقہ کتابوں میں دو عدد **محمد** ﷺ گذرے ہیں۔ایک وہ جو قرآن میں "**تھا**"،اور دوسرا وہ جو حدیث یعنی تاریخ میں "**ہے**"! قرآن والے **محمد** ﷺ کا تعلق "**تھا**" سے ہے،اور حدیث والے **محمد** ﷺ کا تعلق "**ہے**" سے ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن کا محمّد اور حدیث کا محمّد،دو بالکل جداگانہ شخصیات ہیں۔ایسے بلیغ نکتے گہرے غوروخوض کے بعد ہی کسی کو سمجھ آسکتے ہیں۔

زمینی آثار،کردار،علائم اور قرائن کے ذریعے حقیقتوں کا پتہ لگانے اور ان کی ماہیت واصلیت کا تجزیہ کرنے والوں کے مطابق یہ **محمد** ﷺ نام کا شخص کسی وقت یا کسی علاقہ میں رائی کا دانہ جتنی کوئی اِکائی تھا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رائی جیسی اس اِکائی کے اُوپر،طبق در طبق اُسطوری ورقے چڑھا چڑھا کے اس رائی کو پہاڑ بنادیا گیا۔

یادرہے کہ،قرآن کی کسی ایک بھی آیت سے یہ مترشّح نہیں ہوتا،یعنی اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ قرآن کے حاضر نبی کا نام واقعی طور پر **محمدٌ** ہی تھا،یعنی (**محمد** ﷺ)۔ یہ بھی یادرہے کہ قرآن کے حاضر نبی کا نام **محمدٌ** ﷺ یا **احـمَدُ** سمجھ لینا،اپنے آپ میں ایک غلط اُلعام اور غیر قرآنی عقیدہ ہے،نصوصِ قرآنیہ اس عقیدے کی نہ تائید کرتے ہیں نہ توثیق کرتے ہیں۔ حقیقتِ واقعہ تو یہ ہے کہ قرآن نے اپنے حاضر نبی کا اسمِ معرفہ کسی بھی مقام پر ہمیں بتایا ہی نہیں ہے۔ جی ہاں،قرآن کے حاضر نبی ﷺ کا نام یعنی اسمِ معرفہ،پورے قرآن میں سرے سے کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔

اِس نکتے کو بھی بار ہا واضح کیا جا چکا ہے کہ قرآن میں لفظِ **محمد** ﷺ جہاں جہاں اور جتنی دفعہ وارد ہُوا ہے وہ سب کا سب غائب کی ضمیروں،ماضی کے صیغوں اور غیر حاضر کے اسلوب ہی میں وارد ہُوا ہے،جبکہ قرآن کا جو حاضر نبی ہے، وہ سبھی جگہ،حاضر کی ضمیروں،حال کے صیغوں اور موجود کے اسلوب میں پایا جاتا ہے۔

قرآن کی رُوسے،بنی اسرائیل خداساختہ اور بنی اسماعیل ایک خودساختہ نسب ہے:

اہلِ اسلام کا بنیادی دعوی یہ ہے کہ اُن کے مزعومہ نبی کا نسب "**بنی اسماعیلی**" ہے،جبکہ قرآن کسی بنی اسماعیل کو جانتا پہچانتا تک نہیں۔اور تو اور،قرآن ہمیں یہ تک نہیں بتاتا کہ اسماعیل کی اولاد میں کبھی کہیں کوئی "**نبی**" آئے گا۔اہلِ اسلام،اپنے مزعومہ نبی ﷺ کی نبوت کو جائز اور معیاری ٹھہرانے کے لئے ہمیشہ سے سورۃ الصف کی آیت نمبر 6 کا سہارا لیتے آئے ہیں،اور یہ باور کراتے آئے ہیں کہ اِس آیتِ مبارکہ میں جو کچھ آیا ہے،وہ فی الواقع اُن کے مزعومہ نبی ﷺ کی تائید اور توثیق میں ہے۔ تو چلیے آیئے،اِس آیتِ کریمہ کے ایک ایک لفظ کو پڑھتے ہُوئے متعین طور پر ان کے معنی ومفہوم کا جائزہ لے لیتے ہیں۔۔۔وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا

بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ - اور جب عیسیٰ ابنِ مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل، بیشک مَیں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اُس کا جو کچھ میرے ہاتھوں میں ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک ایسے (نکرہ) رسول کی جو آئے گا میرے بعد جس کا وصف ہو گا احمدُ، پس، بینات کیساتھ جب وہ آگیا اُن کے پاس (یعنی، بنی اسرائیل کے پاس) تو اُنہوں نے (یعنی، بنی اسرائیل نے کہا) یہ تو ایک کُھلا جادو ہے۔۔۔ ذرا تو غور کیجئے، اِس آیتِ جلیلہ میں حرفِ نِداء کے ساتھ بنی اسرائیل ہی کو خطاب کیا جا رہا ہے اور پھر لفظِ احـمَدُ سے متصف، آنے والا جو (نکرہ) رسول تھا وہ خود بھی بنی اسرائیل ہی میں آ چکا تھا، جس پر بنی اسرائیل نے کہہ دیا تھا کہ یہ تو ہے ایک کُھلا جادو۔ یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ عیسیٰ ابنِ مریم کے ذریعے، نہ صرف یہ کہ اُس رسول کی بشارت دی جا رہی ہے بلکہ اِسی آیت میں اُس رسول کے بنی اسرائیل ہی میں آ چکنے کی ہمیں خبر بھی دی جا رہی ہے۔ چنانچہ، اس آیتِ کریمہ کا دو ٹوک اور فیصلہ کُن مطلب یہ نکلا کہ لفظِ احـمَدُ سے متصف، آنے والا جو (نکرہ) رسول تھا وہ خود بھی بنی اسرائیلی ہی تھا، عرب سے تعلق رکھنے والا وہ کوئی بنی اسماعیلی رسول ہر گز نہیں تھا۔ المختصر، اہلِ اسلام، اپنے مزعومہ نبی ﷺ کی نبوت کو صحیحُ الجواز ٹھہرانے کے لئے، اِس آیتِ مبارکہ سے جو استدلال کرتے آئے ہیں وہ اپنے آپ میں باطل بھی ہے اور بے بنیاد بھی۔

اہلِ اسلام کا اپنے نبی کو لیکر ڈسپریٹ رہنا:

اہلِ اسلام، اپنے مزعومہ نبی ﷺ کو لے کر بڑے ڈِسپریٹ، یعنی ایک عجیب سی بیتابی اور نامعلوم مایوسی کی ملی جلی کیفیت میں رہتے ہیں۔ کیونکہ قرآنی متون کے ذریعے وہ اپنے مزعومہ نبی ﷺ کا نہ تو محمدٌ ہونا ثابت کر سکتے ہیں اور نہ احـمَدُ ہونا ثابت کر سکتے ہیں۔ اہلِ اسلام کے مزعومہ نبی ﷺ کو نہ کوئی معجزہ دیا گیا تھا اور نہ وہ الصادق الامین تھے۔ اہلِ اسلام کے مزعومہ نبی ﷺ کا نہ تو مصطفٰے ہونا ثابت ہے اور نہ مجتبٰے ہونا ثابت ہے۔ اہلِ اسلام کے مزعومہ نبی ﷺ کا نہ تو عبدہٗ ہونا ثابت ہے اور نہ عبدُاللہ ہونا ثابت ہے۔ اہلِ اسلام کے مزعومہ نبی ﷺ کا نہ تو بنی اسماعیل ثابت ہُوا اور نہ یہ ثابت ہُوا کہ اُن کی پیدائش واقعی موجود "مکہ" ہی میں ہُوئی تھی۔ اور تو اور، اہلِ اسلام اپنے مزعومہ نبی ﷺ کا نہ تو الاُمّی لقبی ہونا ثابت کر سکتے ہیں اور نہ وہ اپنے مزعومہ نبی ﷺ کا خاتَمُ النبیین ہونا ثابت کر سکتے ہیں، وہ اس لئے، کیونکہ یہ القاب اور یہ اوصاف تو کسی اَور شخصیت کی انگوٹھی میں "نگینے" کی طرح فٹ بیٹھتے ہیں۔

لفظ الاُمّی کا منطقی طور پر اصولی مفہوم:

لفظ الْأُمِّـيُّ کے معنی "اَن پڑھ" سمجھ لینا، اپنے آپ میں بے تُکا پن بھی ہے اور بے ہودہ پن بھی۔ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ (2/78) قرآن کے مطابق أُمِّيُّون وہ لوگ ہیں، جو الکتاب کو سوائے آرزوؤں کے کچھ نہیں جانتے، اور یہ اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں۔ لفظ أُمِّيُّون سے مراد "اُمّ القری" کے اصلی باشندے بھی ہو سکتے ہیں۔ (ایک سوال: أُمِّيُّون میں جو شخص ہو گا، کیا وہ خود بھی الْأُمِّـيُّ کہلائے گا؟ پھر تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ مُرغیوں میں جو شخص ہو گا، وہ خود بھی مرغی کہلائے گا! اور بکریوں میں جو شخص ہو گا، وہ خود بھی بکری کہلائے گا! اہلِ علم بتائیں، کیا واقعی ایسا ہی ہے؟

7کی 157اور 158 نمبر آیتوں کی درست تشریح:

سورۃ الاعراف کی 157 اور 158 نمبر آیات کا بغور مطالعہ کر لیں۔ اس کا سِیاق وسِباق خود بتا رہا ہے کہ یہاں موسیٰ اور عیسیٰ کی بات چل رہی ہے۔ لُغوی اعتبار سے لفظ اُمّ کے درست معنی ہیں ماں، لفظ اُمّی کی یاء، اصل میں یائے نسبت ہے، یعنی ماں والا۔ لفظ الْأُمِّـيُّ پر الف لام جو آیا ہے وہ دراصل تخصیص کے لئے آیا ہے، یعنی خاص ماں والا۔ ظاہر ہے پورے قرآن میں مریم ہی وہ اکیلی اکلوتی خاتون ہیں جو ہر طرح کی خصوصیات کی حامل ہیں۔ یائے نسبت کے ساتھ ایسی خاص الخاص ماں سے منسوب کیے جانے والے شخص کو الْأُمِّـيُّ نہیں تو پھر آخر کیا کہا جائے گا؟ قرآن میں عیسیٰ ہی وہ خاص رسول و نبی ہے جو کہ "ماں والا" کہلائے گا، جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہُوا توراۃ اور انجیل میں، (عیسیٰ) اُنہیں حکم دیتا ہے بھلائی کا، اور روکتا ہے اُن کو برائی سے، اور حلال کرتا ہے اُن کے لئے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے اُن پر ناپاک چیزیں، اور ہٹاتا ہے اُن سے اُن کے بوجھ کو اور اُن بیڑیوں کو جو اُن پر پڑی ہُوئی تھیں، پس، وہ لوگ جو ایمان لائے اِس پر اور اِس کی تعزیز کئے اور اِس کی مدد کئے (انصار/حواری) اور اُس "نور" کی پیروی کئے جو اِس کے ساتھ نازل کِیا گیا (واضح رہے کہ قرآن کو نور نہیں کہا گیا، بلکہ توراۃ وا نجیل کو نور کہا گیا ہے) چنانچہ یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔ پس تم لوگ بھی ایمان لے آؤ اللہ پر اور اُس کے اِس رسول النبی "الامّی" پر جو کہ خود بھی ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور اُس کے کلمات پر، اور اِس رسول کی پیروی کرو تاکہ تم لوگ ہدایت پانے لگو۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (7/157) قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ (اِس آیتِ کریمہ کا یہ ٹکڑا صاف بتا رہا ہے کہ اس کا اضافہ بعد میں کسی وقت کِیا گیا ہے) فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (7/158) -

موجودہ قرآن میں اضافہ شدہ آیتیں:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (34/28) اِس آیت کے سیاق وسباق کا بغور مطالعہ، صاف بتا رہا ہے کہ یہ بعد میں کسی وقت اضافہ شدہ آیت ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (21/107) اِس آیت کے سیاق وسباق کا بغور مطالعہ، صاف بتا رہا ہے کہ یہ بھی بعد میں کسی وقت اضافہ شدہ آیت ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (68/4) اِس آیت کے سیاق وسباق کا بغور مطالعہ، صاف بتا رہا ہے کہ یہ بھی بعد میں کسی وقت اضافہ شدہ آیت ہے۔

مشرقِ وُسطیٰ کے باہر کبھی بھی کہیں بھی کسی بھی نبی کا کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (14/4) وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (13/7) وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (35/24) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا (17/15) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا (16/36) قرآن میں اِس طرح کے بیانات تو جا بجا پائے جاتے ہیں، مگر قرآن یہ کہیں بھی نہیں کہتا کہ قرآن کے اللہ نے روئے زمین کے ہر کونے میں اللہ کے دینِ اسلام کی تبلیغ کے لئے کسی نہ کسی "نبی" کو بھیجا ہو۔ 124000 نبیوں والی روایت تو محض ایک منگھڑت کہانی ہے، جس کا نہ تو تاریخی لحاظ سے کوئی ثبوت ملتا ہے اور نہ آثاری طور پر ان نبیوں کی کوئی نشانی پائی جاتی ہے۔ آسمانی نبوت ورسالت نام کا ہنگامہ، بلکہ ٹوپی ڈرامہ تو، فقط مڈل ایسٹ کے محدود اور مخصوص علاقے ہی میں چلا کرتا تھا، جبکہ سطحِ زمین کا 95 فیصد حصہ، ایسے ڈراموں سے بالکل انجان رہتا آیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آسمانی نبوت کے ماننے اور اس کی پیروی کرنے والے خبطی لوگ، اپنے اپنے عقیدوں کی تبلیغ کرتے ہُوئے چونکہ دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئے، اس لئے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ آسمانی نبوت دنیا کے ہر خطے میں پائی جاتی ہے۔ حالانکہ مشرقِ وسطیٰ کے باہر آسمانی "نبی" کا نہ کہیں وجود تھا، نہ اس کا کوئی ثبوت ہے اور نہ اس کی کسی کے پاس کوئی دلیل پائی گئی ہے۔۔۔ سچی، کھری کھری اور دو ٹوک بات تو یہ ہے کہ مڈل ایسٹ کے باہر کی دنیا کا قرآن کے اللہ کو، نہ تو کچھ علم تھا اور نہ کوئی خبر تھی۔

مسلمانوں کی تاریخ میں بتلائی گئی خصوصیات والی، شخصیتِ محمدی کا کہیں کوئی وجود نہیں پایا جاتا:

امتدادِ زمانہ کے ساتھ بڑھتے گئے، مسلمانوں کے ماورائے عقل و علم اعتقادات اور ان کے حد درجہ افیونی جنونی مزاج سے قطعِ نظر، معتبر آثار اور حسی تاریخ کی اساسیات پر آج تک کسی کے پاس بھی ایسا کوئی معتمد دستاویز نہیں پایا جاتا، جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ محمد ﷺ نام کا کوئی نبی جس کا جنم 570 عیسوی میں، موجودہ شہر مکہ میں ہُوا ہو، اور اُسی محمد ﷺ کی موت 632 عیسوی میں موجودہ شہرِ مدینہ میں ہُوئی ہو، اور اُسی محمد ﷺ کی نعش کو موجودہ ہری گنبد ہی کی تہہ میں دفنا دیا گیا ہو۔

قرآن کی دعوت تو اپنی اصل کے لحاظ سے ایک محدود علاقے سے تعلق رکھتی ہے!

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا (42/7) وَهَـٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا (6/92)

بار بار ایسا کہا گیا ہے کہ یہ عربی قرآن اور یہ عربی کتاب تو بس "اُمّ القری" اور اس کے اطراف والوں ہی کے اِنذار کے لئے ہے۔ پورے قرآن میں اس دعوے کا کہیں کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا کہ، قرآنی آئیڈیالوجی روئے زمین کے ہر علاقے ہر زمانے ہر نسل ہر قوم کی ہر زبان بولنے والے ہر شخص کے لئے ہے۔ لہٰذا، اسلام کے عالمگیر ہونے کی دھونس، اپنے آپ میں بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے۔

مروّجہ اسلام اصل میں ایک " مطلق العنان حاکمانہ نظریہ " ہے:

منطقۂ خراسان یعنی وسطی ایشیا کے رہنے والے عبّاسی خلفاء نہ صرف یہ کہ اپنے وقت کے انتہائی طاقتور، طرار و فرار حکمران تھے، بلکہ ہر عاقبت اندیشی سے مطلق بے خوف اور لاپرواہ بھی تھے۔ ہر چہ بادا باد۔ ایک طرف تو اُنہیں اپنی سلطنت کا اِستمرار اور جہانبانی کا پھیلاؤ مقصود تھا اور دوسری طرف اُن کا خیال اور خواب یہ تھا کہ وہ باشندگانِ عالم کو اپنا ذہنی اور فکری غلام بنائیں، اس سینار یو/منظر نامے کے جلوے میں کم از کم مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ ان عباسیوں کے عبقری اور فتنہ پرداز دماغوں نے ہی اللہ اور رسول جیسے پُر فریب اور نابغۂ روزگار تصوّر کو ظہور اور وقوع بخشا، کہ لوگ جب اسلام قبول کرکے اللہ اور رسول کے آگے اپنا سرِ تسلیم خم کریں گے تو یہ فی الواقع عباسیوں کے آگے سر جُھکانے کے مترادف ہوگا۔ اپنی آرزوئے دل کو پانے کے لئے عباسیوں نے نت نئی علّتوں اور توجیہات کی نقشہ گری کی، پھر ان نوزائدہ افکار و توجیہات پر تقدّس مآبی کا غلاف چڑھایا۔ یوں تو انسانی قتل و ہلاکت کو ہمیشہ سے ہی بُرا سمجھا گیا ہے اور لوٹ مار تو موجودہ اسلام سے پہلے بھی مچا کرتی تھی، مگر، پرچمِ اسلام کا طرۂ امتیاز یہ ہوگیا کہ عباسیوں نے اس پرچم کے سائے تلے، لوٹ مار، غلامی، باندی بازی اور قتل و غارت جیسے اعمالِ شنیعہ کو بھی قابلِ فخر و اعزاز اور باعثِ اجر و ثواب بناڈالا، جس کے نتیجہ میں قِتال/جہاد فی سبیل اللہ نامی دِلفریب و دِلنواز عنوان سے جارحانہ حملہ آوری کا شرعی اور قانونی جواز نکل آیا، چنانچہ، ذاتی اَہداف و مقاصد کے لئے ذواتِ مطہّرہ کی پناہ لی جانے لگی، مقدّسات کی آڑ میں اپنی خود مختاریاں ہونے لگیں، اپنے معاشی اِستحصال، سیاسی اِستبداد، باہمی نزاعات اور دھاندل کارستانیوں کو درست اور بے خطاء ٹھہرانے کے لئے اللہ اور رسول کے طغروں (یعنی سائن بورڈس) کا کھلم کھلا استعمال ہونے لگا۔ عباسیوں نے اپنے ذہنی غلاموں کے اوپر یہ مستقل شرطیں تھوپ دیں کہ جو کوئی جب کبھی اُن کے عربی اللہ کی عبادت کرنا چاہے تو صرف عربی زبان میں نماز پڑھے، اس عربی عبادت کے نام پر جب ذہنی غلاموں کو بُلانا ہو تو صرف عربی میں اذان دے، مسجد کے اندر اس عربی اللہ کی جب حمد و ثنا کرنا ہو تو صرف عربی میں خطبہ دے، حتیٰ کہ، اپنے ہونے والے بچوں کے نام بھی رکھے تو عربوں والے اللہ اور محمد سے منسوب نام رکھے۔۔۔الغرض، اس طرح "مروّجہ اسلام نامی" ٹوٹلی ٹیرین پولیٹیکو میلیٹینٹ آئیڈیالوجی والا، ان عبّاسیوں کا یہ خواب، بالآخر شرمندۂ تعبیر ہوگیا۔

المؤطا، المغازی اور ابن اسحاق کی سیرۃ الرسول کے اصلی مخطوطے سرے سے ناپَید:

یہ عبّاسی، چونکہ اُموِیوں کو اپنا دینی رقیب اور سیاسی حریف سمجھتے تھے اس لئے معاصرانہ چپقلش اور سیاسی مخاصمت میں عباسیوں نے اُمویوں کو بہت گزند پہنچایا، اُمویوں سے منسوب نقوشِ پارینہ کو چن چن کر مٹاتے رہے تاکہ بعد میں اُن کی کوئی یادگار اور شناخت نہ بچے، یہی وجہ ہے کہ امویوں اور عباسیوں کے وسط کا زمانہ یعنی ساتویں صدی عیسوی کا دَورانیہ آج بھی لامعلومیت کی ظلمت کے دبیز پَردوں تلے دبا ہُوا ہے۔ کچھ جدید تجزیہ نگاروں کے مطابق امام مالک بن انس کی المـؤطا، محمد بن عمرواقدي کی المغازي اور محمد بن اسحاق بن یسار کی التاريخُ الاسلامي/ ابنِ اسحاق کی سيرة الرسول کے اصلی مخطوطے سرے سے ناپید رہے ہیں، ان کتابوں اور ان کے مؤلفوں کے متعلق جیسی بھی سر گزشت ہم تک پہنچی، وہ تمام تر محض کہی سُنی ہے۔ ساتویں صدی عیسوی کے اس اندھیرے زمان ومکان میں کس پر کیا بیتی، اس کی کسی کے پاس کوئی عینی خبر یا شہادت نہیں، البتہ چیدہ چیدہ آثار وقرائن کی بناء پر اندازے ضرور لگائے جا سکتے ہیں، جبکہ یہی وہ عرصہ ہے جس میں اِس شہرہ ٔزمانہ دِین یعنی "اختراعی اسلام" کو تراشا خراشا جا رہا تھا، اس کے خدوخال کو سُدھارا اور نوک وپلک کو سنوارا جا رہا تھا، بانیانِ اسلام کے مذموم ارادوں کا نصیب جاگنے لگا تھا، موجدینِ اسلام کے مجوّزہ خاکوں میں رنگ وروغن بھرنے لگے تھے۔

مروّجہ اسلام کی خوشنما عمارت کے تین بنیادی ستون اور اُن کی اصلیت:

(1) امامُ المحدّثین **محمد** بن اسماعیل البخاري، (2) امامُ المفسّرین **محمد** بن جریر الطبري، (3) امامُ المؤرخین ابو **محمد** عبدالملک ابنِ ہشام

انتباہ: واضح رہے کہ اسلامی عمارت کے پیل پایے سمجھے جانے والے اِن تینوں حضرات کی کوئی بھی اصلی قلمی مخطوط کتاب آج ہمارے پاس نہیں پائی جاتی۔ دنیا کے مختلف عجائب خانوں میں اِن تینوں حضرات سے منسوب جو کچھ بھی ہے، وہ ساری کی ساری پونجی، گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی سے تعلق رکھتی ہے۔ اِن حضرات کے اپنے ہاتھوں سے لکھے ہُوئے یا اُن کے زمانے میں لکھے ہُوئے مخطوطات سرے سے ناپَید رہے ہیں۔

مصنوعی نبی کی عظمت وفضیلت اور شرف وترجیح میں اندھا دھند مبالغہ آرائیاں:

Standard Islamic Narrative یعنی رائج شدہ اسلامی بیانیے سے قطعِ نظر، **يعقوبي تعليمات** Doctrina Jacobi ایک یہود مخالف یونانی مسیحی کتابچہ ہے جس کا مصنف نامعلوم بتایا گیا، اِس کتابچے کے علاوہ، آرمینی تاریخ نویس سيبيوس Sebeos اور يوحنا الدّمشقي John of Damascus اور دیگر قدیم مؤرخوں کے مطابق ساتویں صدی عیسوی کے دَوران موجودہ مشرقِ وُسطیٰ میں موسیٰ، المسیح، زرادشت، نبی آخر الزماں ماني، السّراساني، الهاجري، الاسماعيلي، اَیاس بن ابي کبیسہ، ممیت الطیائي، ایلیا ابو تراب، فاروقا، ابو مسلم الخراساني اور قُثم بن عبداللات جیسے اَسماء و اَلقاب کے ساتھ متفرق اَشخاص پائے گئے تھے، جن کو کسی نہ کسی لحاظ سے شہرت، اہمیت اور نیک نامی حاصل رہی ہے۔ لہٰذا، شرارتی اور جعل ساز عباسیوں نے ان زمانوں اور آس پاس کے علاقوں سے، ایسی نامور شخصیات کی گوناگوں خصوصیات، ان کے خصائل اور ان سے جُڑے ہُوئے متعدد افکار واقوال کو اکھٹا کرکے، مروّجہ اسلام کے اسطوری نبی کی طرف منسوب کر دیا۔ اس تراشیدہ نبی کو کسی حضرت ابراہیم کی نسل سے باور کرانے کے لئے، ایک فرضی "شجرہ ٔنسب "یعنی بنی اسماعیل نامی خانوادے کی تخلیق بھی کر دی، اور اپنے نوتراشیدہ نبی کا اسمِ گرامی "**محمّد** ابن عبد الله القرشي الهاشمي "رکھا، اور یہ باور کروایا کہ ان کی پیدائش 570 عیسوی میں شہرِ مکہ میں ہُوئی ہے۔ اس گھناؤنے اور غیرِ معمولی مقصد میں بارآوری کے لئے عباسیوں نے "السيرة النبوية" کے مؤجِد، یعنی ابنِ ہشام نامی

افسانہ نویس کی تلبیسی خدمات حاصل کیں۔ اُمویوں یا نسطوریوں کے مذہبی اور لاہوتی اعتقادات کی روشنی میں، عیسیٰ ابنِ مریم کی ذات ، اللہ کے بعد سب سے زیادہ بزرگ و برگزیدہ مانی جاتی تھی۔ "بعد از خدا بزرگ تُوئی قصہ مختصر" جیسے اُموِی عقیدوں کو عباسیوں نے اُن سے اُچک لیا، اور اپنے خود ساختہ نبی ﷺ پر نہ صرف یہ، کہ چسپاں کر دیا، بلکہ اپنے اس مصنوعی نبی ﷺ کی عظمت و فضیلت اور شرف و ترجیح میں اضافے کرتے کرتے، زمین اور آسمان کے قلابے مِلا ڈالے۔

اسلام کی اوّلین تاریخ تو عرب فاتحین کی ایما پر لکھی گئی تھی:

عَہدِ حاضر کے مستشرقین اور تاریخ نگاروں کے بموجب ساتویں صدی عیسوی کے دوران دنیا بھر میں نہ کہیں (مروّجہ) اسلام نام کا دِین تھا، نہ (مروّجہ خصوصیات والا) محمد نام کا کوئی نبی تھا، نہ (موجودہ شکل میں) قرآن نام کی کوئی کتاب تھی اور نہ (موجودہ) مکہ سے موسوم کوئی شہر تھا۔ ابنِ اسحاق کے نام اور کام کو عموماً بڑی وقعت دی جاتی ہے، حالانکہ ابنِ اسحاق خود بھی ابنِ ہشام کی اختراعی اُپج کا شاخسانہ ہے۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام کے عنوان سے معنون کتاب مروّجہ اسلام کی جان کاری کے معاملے میں سب سے مقدّم اور ایک مدوّن تحریری تذکرہ ہے، جو کہ اسلام کے مؤیدین اور ناقدین دونوں فریقوں کے لئے اکیلا اور اکلوتا سرچشمۂ معلومات ہے۔ یہ کتاب دراصل سیرتِ ابنِ اسحاق کی تلخیص و انتخاب اور عباسی حکمرانوں کی منشا پر کیے گئے من مانے اضافوں کا گورکھ دھندا ہے۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام اصل میں عرب فاتحین کی ایما پر لکھوائی گئی اپنے وقت سے ڈیڑھ سو سال بعد یکایک منظرِ عام پر لائی جانے والی وہ "پہلی تاریخِ اسلام" ہے کہ جس کے سِوا پوری دنیا میں کوئی دوسرا ماخذ یا ذریعۂ اطلاعات ہے ہی نہیں۔ مروّجہ اسلام کے تعلق سے دنیا جہاں میں جو بھی اور جتنی بھی شُدبُد اور جان پہچان پائی جاتی ہے وہ ساری کی ساری نہ صرف یہ کہ یکطرفہ ہے بلکہ ان کا منبع اور مصدرِ معلومات بھی فقط سیرتِ ابنِ ہشام ہی ہے۔ اسلام اور اس کے پیغمبر کے بارے میں تاریخِ ابنِ ہشام سے پہلے پوری ساتویں صدی عیسوی کے اثنا میں دنیا کے کسی بھی مؤرخ کے پاس کوئی حوالہ یا مرجع نہیں ملتا۔ جبکہ ایران، خراسان، روم، مصر، یونان، چین اور بھارت جیسے مردُم خیز علاقوں میں اُس وقت، کئی سارے پڑھے لکھے لوگ اور تاریخ دان موجود تھے، ان لوگوں نے موجودہ مشرقِ وسطیٰ کے بارے میں خاصا کچھ لکھا بھی ہے، مگر، ان میں سے کوئی بھی تاریخ نگار نہ تو اسلام نامی دِین کو جانتا تھا، نہ انہوں نے محمد نامی کسی نبی کے بارے میں سنا تھا، نہ وہ قرآن نامی کسی کتاب کا ذکر کرتے ہیں اور نہ اُنہیں مکہ نامی کسی شہر کا اتہ پتہ تھا۔

اسلام کے مخالف فریقوں کے ہاتھوں لکھی گئی روداد/تاریخ کہاں ہے ؟؟؟

اسلام کے شروعاتی عَہد کے بارے میں ہم تک، تاحال جو بھی پہنچا ہے، وہ سارے کا سارا سپاٹ، یک سمتی اور سراسر جانبدارانہ ہے۔ قبیلۂ قریش، کفّار و مشرکینِ مکہ، حجاز کے دیگر قبائل، یثرِب اور اس کے آس پاس والے یہودی اور نصرانی قبائل، اور پھر پورے جزیرہ نمائے عرب کے قبیلوں سے روزمرہ مکالمات، اچھے بُرے معاملات، باہم دِگر تنازعات اور پھر بالآخر نبی ﷺ سے جنگ و جدال تک کی نوبت کو پہنچنے کے حوالے سے، خود فریقِ مخالف نے کیا کچھ بھی نہیں لکھا تھا ہوگا؟ یا کوئی دوسروں نے بھی ان احوال کے متعلق کیا کچھ بھی نہیں قلمبند کیا تھا ہوگا؟ مدّعا علیہ یعنی فریقِ ثانی کی طرف سے جھیلی گئی روداد، بولی گئی باتیں اور لکھی گئی تحریریں ہم تک آخر کیوں نہیں موصول ہُوئیں؟ یہ اپنے آپ میں ایک انتہائی چُبھتا ہُوا سوال ہے، جس کا تشفی بخش جواب، کسی بھی مؤمن کے پاس نہیں پایا جاتا۔

عباسی فقہاء کا مجرمانہ گٹھ جوڑ اور گھناؤنی سازش:

عباسی خلفاء، عباسی فقہاء، عباسی محدثین اور عباسی مؤرخین کی گھناؤنی سازشوں اور مجرمانہ گٹھ جوڑ سے، معلوم انسانی تاریخ کا سب سے بڑا "مکر وفریب، یعنی اسلام "اب معرضِ وجود میں آکر اپنا رنگ ڈھنگ دِکھانے لگ گیا تھا۔ فقیہوں نے علمِ کلام کے ذریعے اس نئے نویلے نظریہ کی تقویت وحمایت میں، مَن موہن عقیدے بنائے، مؤرخوں نے غاصبانہ فاتحین کے غمزوں اشاروں پر بوقلمون تاریخیں مدوّن کیں، فلسفیوں نے ایمانیات اور اسلامی لاہوت وتفلسُف کی داغ بیل ڈالی، محدّثوں نے احادیثِ نبویہ کے عنوان سے نہ جانے کیا کیا کچھ جمع کر ڈالا، اِماموں نے شرعی موشگافیوں کی اساس پر اپنا اپنا مذہب اور مسلک رائج کیا، مفسّروں نے تاویلات وتشریحات کے گھوڑے دوڑائے، عربی لسان کا تدریجی ارتقاء شروع ہُوا، یہ عربی لسان اب عربی لغت میں منتقل ہونے لگی، لغت نویسی اور فرہنگ نگاری کا آغاز ہُوا، قواعدِ صرف ونحو باندھے گئے، معاجم وقوامیس کی وساطت سے کلمات کے معنی ومفہوم متعین کیے جانے لگے، شاعروں نے اَشعار واَبیات کہے، خطاطوں نے خوش نویسی میں طبعزاد وَصلیاں بنائیں، نظم وشعر میں قصیدہ گوئی اب ایک صنفِ مقبول بن چکی تھی، انشاپردازوں نے شوخیٔ تحریر کے گل کھلائے، بذلہ سنج ادیبوں نے خوش نگاری وخوش آہنگی کے جوہر دِکھائے اور خطیبوں نے فصاحت وبلاغت کے دم خم پر اپنی دھونس جمائی۔

عرضۂ اخیرہ نامی حکایت کی اصلیت اور اسکی وجہِ تسمیت:

دراصل، یہی وہ زمانہ ہے جب اِرد گرد کے علاقوں میں عباسیوں کی لوٹ مار، غصب ونہب اور جارحانہ کاروائیوں کا بازار گرم تھا، آئے دن اپنی دغا بازیوں پر نقاب ڈالنے کیلئے وہ نت نئے قرینے اور دستور بناتے جاتے، اپنی بدمعاشیوں اور بدعنوانیوں کو چُھپانے کے واسطے ہی انہوں نے " اللہ اور رسول " کی دھاک پر احکام وشریعت کی پیوندکاری کی تھی، آس پاس کے ادیان ومذاہب سے دونوں ہاتھوں سمیٹا تھا، اُن کی نوشتہ جات سے کئی فقروں اور عبارتوں کا باقاعدہ سرقہ کیا تھا، اُن کی دساتیر اور تعلیمات میں سے خاصی نقلیں ماری تھیں، اور اُن اقتباسات میں اپنے حسبِ ذوق وتقاضا، من چاہے تصرّفات بھی کئے تھے، عباسیوں نے اپنی سیاسی محاذ آرائیوں کی سپّاٹ اور جانبدارانہ سرگزشت بھی قلمبند کروائی تھی، اپنی ذاتی مہم جوئیوں اور ریشہ دوانیوں کو شرعی احکام کے ساتھ خلط ملط کیا تھا، اور پھر اس آمیختہ میں عقیدت وتقدّس مآبی کا مواد بھی شامل کردیا تھا۔ان کے مختلف فصول اور ابواب بنائے تھے،ان ابواب کو المائدہ،الاحزاب، القتال (محمد)،التوبہ،النساء،الانفال،الممتحنہ جیسے نشان دِیے تھے،اور ان نشانوں کو سورتوں سے متبدّل کیا تھا، اور پھر اس سارے مخلوطے کو، جوکہ محض عباسیوں کی ہوشیار بلکہ مکار کارستانیاں ہیں" مدنی قرآن " کا نام دے ڈالا۔ عباسیوں کی دستِ قدرت میں پروٹو قریانہ تو پہلے سے ہی میسر تھا، پس انہوں نے اس پروٹو قریانہ کو" مکی قرآن "کا نام دے دیا۔ بعدازآں، عباسیوں کے ان " مدنی ابواب یا اس مدنی قرآن " کے ساتھ پروٹو قریانہ کے مکی صحیفوں اور آیتوں کو الٓم غلّم مِلا کے ایک کھچڑی سی پکا ڈالی، اور اس گڈمڈ کھچڑی میں پائی جانے والی بے ربطگی اور بے ضابطگی کو چُھپانے کے لئے اُنہوں نے ایک خاص نوعیت کی حکایت کو بھی تشکیل دیا اور اُس کا نام "**عرضۂ اَخیرہ**" رکھا (اس حکایت کی رُو سے یہ باور کروایا گیا کہ نبی ﷺ نے اس قرآن کو موجودہ نظم وترتیب کے عین مطابق، جبریلِ امین کے سامنے آخری بار پیش کیا تھا، جس پر اللہ نے بھی گویا مُہرِ تصدیق ثَبت کردی تھی)، بعدازاں، قوت وجبروت کے دَم پر، اس روایتی حکایت کو مَنوانے لگے کہ سورتوں کی ایسی بے ہنگم تنظیم اور آیتوں کی یہ اَلل ٹپ سج دھج اصل میں "توقیفی یعنی منجانبِ اللہ " ہے۔ بس یہی اللہ کا کلام ہے، جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کی ابدی رہنمائی کے لئے اپنے مقرّب ترین فرشتے، جبریلِ امین کی وساطت سے اپنے آخری اور محبوب ترین نبی، محمدِ مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر پر نازل فرمایا ہے۔

اسلام کی اُمّہاتُ الکُتب میں کوئی ایک بھی کتاب، مصدرِ اوّل سے براہِ راست نہیں ہے:

عراق میں سومری دَور سے تعلق رکھنے والے علم وہنر کے شہ پارے پچھلے چار ہزار قبلِ مسیح سے سنگِ پختہ کی تختیوں میں آج بھی محفوظ اور ماثور ہیں۔ فراعنۂ مصر کے آثار وعلامات، گزشتہ تین ہزار قبلِ مسیح سے اِک نرالی شان و شوکت کے ساتھ اقوامِ عالم کی نگاہوں کو مبہوت اور متحیر کیے ہُوئے ہیں۔ یونان، فارس، روم، بھارت اور چین میں بھی قدیم تہذیب وثقافت کے نقوش ونشانات، پتھر کی دیو قامت چٹانوں پر اُن کی عظمتِ رفتہ کے مظہر و منظر ہیں۔ مگر، اس کے بر عکس، مروّجہ اسلام کے پورے کتابی ذخیرہ گاہ میں، وہ چاہے قرآن ہو، یا تفسیر ہو، یا تاریخ ہو، یا حدیثوں کا انبار ہو۔ صرف چودہ سو سال پرانی کوئی ایک بھی کتاب ایسی نہیں پائی جاتی، جسے Directly, First Hand یعنی جس کو مصدرِ اوّل سے براہِ راست کہا جاسکے۔ مروّجہ اسلام سے منسلکہ ہر بیان، ہر قول، ہر کلام، ہر تذکرہ، ہر ثبوت، ہر دلیل، ہر خبر، ہر اطلاع، ہر اِسناد، ہر حوالہ، ہر تاویل، ہر تفصیل، ہر روایت، ہر شہادت، اور، ہر تصدیق کا رشتہ اُس زبانی پگڈنڈی سے ہے، جس کا نام ہے "عَنـعَـنَہ"، عنعنہ یعنی بولنے والوں کی باتیں، کہی سُنی روایتیں، بے سَر پَیر کی کہاوتیں اور اِدھر اُدھر کی حکایتیں۔ اسی لئے تو اللہ میاں کا یہ اِسلام نامی دین عنعنی راویوں کی لڑکھڑاتی بیسا کھیوں کے سہارے جیسے تیسے ہو کر ہم تک پہنچا ہے۔

اسلام دراصل یہودی مندائی مجوسی مانیوِی عقائد وعبادات کا ملغوبہ:

قرآن کے مؤلفین نے اپنے آس پاس کے اَدیان ومذاہب سے چربہ سازی کی ہے۔ مصری، آشوری، بابلی، سومری اور کلدانی ثقافتوں اور قُدماء کی تحریروں سے اساطیرِ اوّلین کا سوانگ رچا ہے۔ یہودی اَحبار وزاہدان کی مشناۃ، تالمود اور مِدراش، مندائیوں کی گِنزاربّا اور دِراشہ اَدیحیی، زرادشت مجوسیوں کی اوَستا اور اَردا وِیراف، مانیوِیوں کی آئینِ شامی اور شپرغان سے عقیدوں، ہدایتوں، شریعتوں اور عبادتوں کا عکس اُتارا ہے۔ قرآن کو حسبِ استطاعت جمع کر لینے اور اس کی جیسے تیسے کتابت ہو جانے کے بعد ایک عرصے تک بھی اس مجموعے کا کوئی متفقہ نام نہ تھا، اس کو بس کچھ صفاتی نام دے دیے گئے تھے، مگر جب لوگوں کو یہ مغالطہ ہونے لگا کہ قرآن کا کونسا حصہ، اس کے کس صفاتی نام سے متعلق ہے، تب جا کر اس مجموعے کو لفظِ مُصحف سے موسوم کیا گیا۔ قرآنی لسان میں اپنے علاقے کی مشہور زبانوں (سریانی/آرامی، عبرانی اور پہلوی/فارسی) کے بے شمار کلمات اور رموز واصطلاحات بھی پائے جاتے ہیں۔